ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حارث خلیق بطور شاعر

Harris Khalique as Poet

Dr.Munawar Amin
Assistant Professor Department of Urdu University of Southern Punjab Multan
drmunawaramin143@gmail.com
Muhammad Bilal
M.Phil Scholar University of Southern Punjab Multan
Muhammadbilal03047510@gmail.com
Hamid Mahmood
M.phil Urdu University of Southern Punjab Multan
hamidmahmoodmzg@gmail.com
Muhammad Sajid
M.phil Scholar University of Southern Punjab Multan
sajidchandia809@gmail.com

Abstract

Modern Poetry in a departure from traditional poetic forms and topics and reflects the attitude and culture of the 20th century. Modern poetry refers to poetry written between 1890 and 1950 in the tradition of modernist literature. Harris Khalique is a well-known famous poet of Urdu, Punjabi and English literature. He is a modern poet, columns writer and social worker. His poetry is the reflection of human psychology. He is also known by his modern thought and progressive poetry. The most important aspect of his life is to work as a social worker for basic human rights on international level. His poetry and columns themes are open and modern. These columns carries the themes of everyday life issues of our society. In this article researcher discussed his poetic thoughts very briefly.

Keywords: Poetry, Social, Human, Psychology, Issues, Sketches.

حارث خلیق جدید اردو شاعری کی روایت میں اپنا ایک منفرد و ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ وہ 20 اکتوبر 1966ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ حارث خلیق عام طور پر بطور شاعر اور کالم نگار اور خاص طور پر بطور سماجی کارکن کے عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کی شاعری کے اب تک دس مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں ”آج جب بارش ہوئی“ (1991ء)، ” سارے کام ضروری تھے“ (1997ء)، پرانی نمائش (2001ء)، ”عشق کی تقویم“ (2006ء)، ”میلے میں“(2012ء)،”حیران سرِبازار“(2021ء)

“Diwan” (1998) “Between you and love” (2004) “If wishes were Horses” (2004) N Fortunes to Tell (2019)۔ شامل ہیں۔

جبکہ نثر کی دو کتب اور متعدد مرتب کتب بھی شائع کروا چکے ہیں۔ ان کا علمی و ادبی سفر تین دہائیوں پر مشتمل ہے۔ ان کے فن اور شخصیت کی متنوع جہات ہیں جن میں معروف حوالہ بطور جدید شاعر کا ہے۔ حارث خلیق نے اردو، انگریزی اور پنجابی زبان میں شاعری کی ہے۔ ان کی شاعری کو عالمی سطح پر شائع ہونے والے کئی انتخابات میں شامل کیا گیا ہے۔ حارث خلیق کے شعری مجموعے ”میلے میں“ کو 2013ء کے یو۔پی۔ ایل ایوارڈ سے نوازا گیا۔ جبکہ ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں صدارتی ایوارڈ برائے حسنِ کارکردگی 2018ء میں دیا گیا۔

حارث خلیق نے انسانی حقوق کے رکن کے طور پر آغا خان فاؤنڈیشن اور اقوام متحدہ کے اشتراک سے ہونے والی عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی اور انسانی حقوق کمیشن کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ حارث خلیق شاعری کے علاوہ تاریخ، ثقافت، سیاست اور سماجیات کے حوالے سے مضامین اور کالم لکھتے رہتے ہیں۔

حارث خلیق عالمی سیاسی منظرنامے پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اور ان کے کالم اور مضامین میں زیادہ تر موضوع سیاست ہی رہا ہے۔ حارث خلیق ایک درد مند دل رکھتے ہیں اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے پاکستان ہیومن رائٹس کے اہم عہدے دار بھی رہے ہیں۔ حارث خلیق ایک عمدہ مقرر بھی ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود ان کی پہچان کا بنیادی اور ٹھوس حوالہ ان کی شاعری ہے۔ ان کی شاعری انسانی وجود، سیاسی منظر نامے، معاشرتی اور عمرانی امکانات کے حوالے سے مسلسل سوالات اٹھاتی ہے۔ ان کی شاعری موجودہ حالات کے خلاف مزاحمت اور ادارہ جاتی مسائل کو موضوع بناتی نظر آتی ہے۔

کسی شاعر کی شاعری میں اس کے خطے اور ماحول کا منعکس ہونا ایک فطری عمل ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حارث خلیق کی شاعری میں کراچی شہر کی ایک خاص فضاء کو پورے طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ان کے پہلے شعری مجموعہ "آج جب بارش ہوئی" میں زیادہ تر مظاہر فطرت کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ دوسرے شعری مجموعے "سارے کام ضروری تھے" میں کراچی کی بھاگ دوڑ، صنعت و تجارت کی مصروفیات اور زندگی کے بنیادی لوازمات میں الجھا ہر وہ شخص دکھایا گیا ہے جو کاموں کے انبار میں کسی کام کو بھی ڈھنگ سے نہیں کرپاتا اور دوسری طرف ان سب کاموں کا سرانجام دنیا بھی انتہائی ضروری ہے۔ تیسرے شعری مجموعے "پرانی نمائش" میں واضح طور پر کراچی شہر کے گلی، محلے، آوارہ لڑکے، روز ہونے والی قتل کی وارداتوں، رکشہ ڈرائیور، چائے خانے، راستے اور موسم کو موضوع سخن بنانے کے ساتھ ساتھ کراچی شہر میں پنپنے والی دہشت گردی کو بھی عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ "عشق کی تقویم میں" ان کی غیر مطبوعہ شاعری کے انتخاب پر مشتمل ہے اس مجموعہ میں حارث خلیق کے شعری سفر کی روداد کے ساتھ انکی پنجابی شاعری کو بھی شامل کیا گیا ہے جس سے ان کے مختلف شعری تجربات اور رنگوں کا پتا چلتا ہے۔ "میلے میں" ان کا پانچواں شعری مجموعہ جو بائیس نظموں اور تین غزلوں پر مشتمل ہے۔ ان نظموں کا موضوع محنت کش، ریاستی ادارے، نئی ادبی نسل اور اہم تاریخی اور سماجی شخصیات ہیں۔ "حیراں سربازار" چھٹا شعری مجموعہ جو ایک دہائی کے طویل وقفے کے بعد منظرِ عام پر آیا۔ اس مجموعے میں ملکی اور عالمی سطح پر معروف شخصیات کی جدوجہد اور ان مزاحمتی سوالات کے ساتھ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی تاریخی شخصیات کے ماضی کو حال کے ساتھ ملاکر ایک عمدہ ترکیب تلاش کی ہے۔ حارث خلیق نے انگریزی زبان میں خاصی مہارت حاصل کی اور شاعری کے لے اردو اور پنجابی زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی کو بھی ذریعہ اظہار بنایا۔ شاعری کے علاوہ کالم نگاری اور تقاریر کے لئے انگریزی زبان ہی ذریعہ اظہار رہی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان میں اچھی انگریزی لکھنے والوں کی ہمیشہ کمی رہی ہے۔ حارث خلیق ان چند ادیبوں میں شامل ہیں جو انگریزی ادب کے حوالے سے بیرونِ پاکستان بھی خاصے معروف رہے ہیں۔ ان کے چار انگریزی شعری مجموعے بھی شائع ہوچکے ہیں۔ جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ انگریزی زبان پر بھی مکمل عبور رکھتے ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود بطور شاعر ان کے وہ شعری شخصی خاکے ہیں۔ جن کو پڑھ کر قاری اپنے سامنے زیرِ خاکہ شخصیت کو چلتا پھرتا محسوس کرتا ہے۔ خاکہ نگاری نثر و نظم کیلئے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ خاکہ کے لغوی معنی ابتدائی نقشہ یا ڈھانچا کے ہیں اور خاکہ کھینچنا کے معنی کسی کی لفظی تصویر بنانا ہوتا ہے۔ مگر ادبی اصطلاح میں خاکہ ایسی صنفِ نثر ہے جو مختصر ہونے کے باوجود کسی شخصیت کا بھرپور تاثر پیش کرے اسے کسی شخص کی قلمی تصویر بھی کہہ سکتے ہیں خاکہ نگاری نثر میں کی جارہی ہو یا اشعار کی صورت میں اس کے لئے چار چیزیں نہایت اہم اور قابل توجہ ہیں۔ پہلی بات زیر خاکہ شخصیت نمایاں، منفرد، اور مقبول ہو یا پھر خاکہ لکھنے کے بعد نمایاں، منفرد اور مقبول ہوجائے حارث خلیق کے لکھے ہوئے شعری خاکے پہلی بات کے دوسرے حصے سے اتفاق کرتے ہیں۔

حارث خلیق نے جن شخصیات کے شعری خاکے کھینچے ہیں ان کو مقبولیت ان کا شعری خاکہ لکھا جانے کے بعد ملی مثلاً ان کا شعری مجموعہ "حیراں سربازار" ایسے شخصی خاکوں سے بھرا پڑا ہے جن کو مقبولیت حارث خلیق کے ان پر قلم اٹھانے کے بعد ملی۔ اس مجموعے کی نظموں میں زیادہ تر عنوانات ہی ان شخصیات کے حوالے سے ہیں۔ جن کے شعری شخصی خاکے نہایت عمدہ اسلوب اور نئی شعری تراکیب کو جوڑ کر تشکیل دیئے گئے ہیں۔ رشیدہ ڈومنی، نیامت اللہ، سلامت ماشکی، صابرہ نورین، ندیم احسن، عثمان مسیح، شیخ ایاز، مشیر انور، ملالہ یوسف زئی، گل شیر، آمنہ خاتون، وغیرہ وغیرہ۔ ان کی نظم صابرہ نورین سے شخصی شعری خاکے کی مثال ملاحظہ کیجیے:

"نکلتا قد تھا، رنگت سانولی تھی، نقش تیکھے تھے کم عمری سے پکانا، ریندھنا، اور
اوپر کے سارے کام اپنی ماں سے سیکھے تھے"(۱)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

”رشیدہ ڈومنی کی پیدائش بھوپال میں ہوئی مگر اس نے ساری ادائیں، ناز نخرے، گائیکی کے گُر سارے لاہور سے سیکھے، نظم کو پڑھتے ہوئے رشیدہ ڈومنی قاری کو اپنے سامنے بیٹھی گائیکی اور رقص کے سارے تال میل سمیت پورے نقش ونگار کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔ نیامت اللہ سعید بنگش، جوان رنگروٹ، چوڑے سینے، طویل قامت اور اپنے دراز بازو اور چاق وچوبند چست پلٹن کے بل بوتے پر دشمن پر پل پڑتا اور اسے نسیت ونابود کر دیتا، فتح مندی کی اس سرخروئی میں تاریک شب کے سرد پہر میں اِک ہیولے پر گولی چلادی اور پو پھوٹنے پر فاتحانہ غرور سے لاش کو دیکھنے جاتا ہے جو ایک بوڑھی نحیف ونزار اور شکست خوردہ عورت کی تھی جو بھارت کی قید سے رہا ہو کر آئی اور اپنے ملک کی سرحد پر گولی سے اُڑا دی گئی۔ اس کے بعد نیامت اللہ سعید بنگش پہلے جیسی نارمل زندگی نہ گزار سکا۔ اس کا چوڑا سینہ سکڑ گیا۔ اس نے اپنی نوکری چھوڑ دی اور باقی کی ساری زندگی ایک پچھتاوے میں گزار دی۔

ہمارے مشاہدے میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اقتدار کے نشے میں زمین سے دس فٹ اوپر چلتے محسوس ہوتے ہیں اور جب قدرت کسی مظلوم کی آہ کی پاداش میں انکی پکڑ کرتی ہے تو کیسی کیسی ہستیاں کسم پرسی کی زندگیاں گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اور پھر قصۂ پارینہ بن جاتی ہیں لیکن حارث خلیق نے اپنی شاعری میں ایسی بہت سی شخصیات کو ہمیشہ کے لئے زندہ وجاوید بنا دیا ہے کہ آنے والے زمانے کے لوگ ان کی شاعری کو پڑھ کر ایسی بہت سی اچھی عادات اور بری خصلت رکھنے والی شخصیات سے واقف ہو سکیں گے۔ در حقیقت اللہ تعالیٰ نے حارث خلیق کو تخلیق کا وہ ملکہ عطا کیا ہے۔ جو حقیقی ہیولوں کو خیالی پیکر میں ڈھالنے کا سانچہ اور قوت رکھتا ہے، جو زبان واسلوب کی چاشنی سے بہت کچھ کہنے، سننے کے علاوہ بہت زیادہ پڑھنے والے کے ذہن میں بیدار کرتی ہے۔ اور یہی حارث خلیق کی شاعری کا وہ خاص گُر ہے جو اسے اپنے ہم عصر شعراء سے الگ اور منفرد بناتا ہے۔ اپنے مجموعے ”حیران سرِ بازار“ میں نظم ”گل شیر“ کے عنوان سے آرمی پبلک اسکول پشاور کے ڈیڑھ سو شہد طلبہ کے نام لکھی۔ گل شیر جیسے بہنوں کو سوتے سے جگانے، داوی کی عینک چھپانے، ماں کو یونہی ستانے اور ابو کے پیسے چرانے میں مزا آتا تھا۔

”مگر اب وہ
نہ بہنوں کو جگائے گا
نہ دادی کی کبھی عینک چھپائے گا
نہ امی کو ستائے گا
نہ ابو کے کبھی پیسے چرائے گا
کہ اب اسکول سے وہ گھر نہ آئے گا“۔

(۲)

حارث خلیق عملی طور پر انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے ملکی اور غیر ملکی سطح کی بڑی تنظیموں سے وابستہ رہے اور ہر سطح پر بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے پاکستان کی نمائندگی کی تو اسی بنیاد پر ان کے دل میں مظلوم انسانوں کا دکھ ہر وقت جاگزیں رہتا ہے اور میرے خیال میں ان کو تمام دکھی انسانوں کا دکھ ہر وقت بے چین وبے کل رکھتا ہے۔ تبھی وہ ظلم کے خلاف عملی طور پر مستعد ہونے کے ساتھ ساتھ قلم کے ذریعے بھی اس درد کا مداوا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی شاعری میں مظلوم کی نمائندگی ہوتی ہے اور وہ مظلوم بچہ، بوڑھا، جواں، عورت، مرد کسی بھی مذہب اور فرقے سے ہو سکتا ہے۔ ان کے دل میں درد کے لیے کوئی تخصیص نہیں جو دراصل گہرے عقلی شعور کی غماز ہے۔ حارث خلیق کی نظموں اور غزلوں کے موضوعات میں بہت تنوع ہے وہ شخصی خاکوں پر لکھتے لکھتے شہر بیتی کو بھی بیان کر جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں کراچی شہر کے عمومی حالات قاری کی آنکھوں کے سامنے ایک دم تازہ ہو جاتے ہیں۔

جس طرح ہر عہد اپنے ساتھ نئے خیالات اور موضوعات لاتا ہے۔ ان نئے خیالات وموضوعات کا تعلق انسانی تاریخ اور تہذیب سے ہوتا ہے۔ اس لئے کسی بھی خطے کے سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات وہاں کے رہنے والے شاعروں اور دانشوروں کو متاثر کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے جو حارث خلیق نے روشنیوں کے شہر کراچی کی حالتِ زار کو اپنی نظموں اور غزلوں کا موضوع بنایا وہ لکھتے ہیں:

کہیں یہ شہر وحشت سرا کراچی
کہیں سڑک پر کمار جگدیش
خوں میں لت پت پڑا ہوا ہے۔

(۳)

حارث خلیق کا محنت کشوں، محکوموں، کم زوروں اور بے کسوں کی بے کسی سے درد کا یہ رشتہ بڑا پرانا ہے۔ دکھ کسی کا ہو حارث خلیق کا دل تڑپ کر رہ جاتا ہے اور اس درد کو سہہ جانا حارث خلیق کے لئے بھی اُتنا ہی مشکل ہے جتنا ہم سب کے لئے ہوتا ہے۔ ملکی سیاست سے عملی وابستگی کی وجہ سے وہ سیاست کے گورکھ دھندوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ریاست کے کئی ادارے آپس میں دست وگریباں ہیں مذہبی شدت پسندی سماج اور سیاست پر حاوی ہے کراچی کی غریب عوام کی طرح بلوچوں کا خوں مزید ارزاں ہوا ہے۔ اور پشتون کئی دہائیوں سے جنگ کی چکی میں پس رہے ہیں۔

کُو بہ کو ہیں بچھے لاشے کفن بے
پھر سے ارزاں ہے بلوچوں کا لہو
دشت میں کاریز سارے خشک ہیں
خون سے لبریز ہیں جام وسبو

(۴)

محمد یاسین آفافی حارث خلیق کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ایک طرف تو یہ تجربے بدلتے ہوئے زمانے کی پیداوار ہیں اور دوسری طرف متغیر ہوتی ہوئی ذہنی اور فکری زندگی ان میں عکس فگن ہے۔ ان کی رفتار معاشرے کی ارتقائی کیفیت سے ہم آہنگ ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں بیشتر تجربے ہماری شعری روایت کا حصہ بن گئے ہیں۔ مخصوص جغرافیائی حالات اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مخصوص تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی ماحول ان کی تخلیق میں مدومعاون ہوتا ہے۔''(۵)

حارث خلیق نے نظم نگاری میں کئی نئے تجربات کئے ہیں اور شاعری کا یہ سفر مختلف زبانوں اور مختلف اصناف کی ہمراہی میں جاری رکھا۔ اردو نظم کو موضوعات کے حوالے سے وسیع کینوس دیا۔ ان کے پسندیدہ موضوعات میں پاکستانی سماج، سیاست، بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ، مذہبی فرقہ واریت، مظلوم، عورت، شہر، انسان، ملازم بچے، شہر کے موسم، وقت، منظر، تاریخ، انسان دوستی، مٹی کی محبت، رفتگانِ خاک سے الفت، کشمیر، امرتسر، لکھنؤ، سندھ، میرپور خاص، کوئٹہ، بلوچستان، لاہور کے بازار شامل ہیں۔ حارث خلیق نے ان موضوعات کو اپنی شاعری میں اس طرح برتا ہے کہ یہ موضوع امر ہو گئے ہیں۔

حارث خلیق کو کمی کمینوں سے بے انتہا پیار ہے اور یہ ارزاں لوگ ان کی شاعری کا خاص موضوع ہیں حارث خلیق کو ماشکی، مصلی، میراثی، کمی اور کنجر لوگ اپنی شاعری کے موضوعات کے طور پر بہت بھاتے ہیں"سلامت ماشکی"اس کی نظم کے موضوع کے طور پر ڈھل کر ہمیشہ کے لئے امر ہو چکا ہے۔

"وہ شہر بے نہایت سے مفصل کمیوں کی ایک بستی تھی جہاں سب چنگڑوں،
چوڑہوں، چماروں، نال بندوں حشت مزدوروں، جناتی دائیوں اور کنجروں
نے گھر بنائے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔
سلامت ماشکی بستی میں پانی بیچتا تھا
چنگڑوں اور کنجروں کے چھوکروں سے تنگ رہتا تھا
سلامت ماشکی گرچہ مسیحی تھا مگر اک ماشکی تھا
کربلا والوں سے اس کو ایسی نسبت تھی۔۔۔
ہوا بربادیوں کی چل پڑی تھی
شہر کی وحشت مفصل بستوں تک آ گئی تھی
بالمیکی اور مسیحی گھر جلائے جا رہے تھے۔(۴)

"سلامت ماشکی" کے عنوان سے یہ ساری نظم اس قدر دلکش انداز میں بیان ہوتی ہے کہ اس کا ایک ایک مصرعہ اپنے اندر جامعیت اور جاذبیت رکھتا ہے کہ اس میں بیان کیا گیا درد قاری اپنے سینے سے اٹھتا محسوس کرتا ہے۔ حارث خلیق ایک کھرا اور سچا انسان ہے اس کے دل میں انسانیت کے لئے ہر طرح کے جذبات خالص ہیں ان میں ملاوٹ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ برصغیر جنوبی ایشیاء کے نمائندہ شاعروں میں الگ پہچان رکھنے والا دردمند انسان اور دردمند شاعر، جسکی شاعری انسانی دکھ سے لبریز ہے۔ جس کو پڑھ کر ہر قاری کا ہاتھ بے اختیار اپنے دل کی طرف اٹھتا ہے اس ٹیس کو سنبھالنے کے لئے جو ان کی شاعری کو پڑھتے ہوئے ہر دردمند دل محسوس کرتا ہے۔ دنیا کے رسموں رواجوں سے نالاں ظلم وجبر واستبداد کے خلاف بولتے بولتے اقبال کی پیروی میں خدا سے شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بند پتھر میں ایک کیڑے کو
رزق تو نے دیا تو کیا حاصل
جب کہ دنیا میں بے شمار انسان
روز فاقہ کشی سے مرتے ہیں
تو حاذق ہے تو رازق ہے
تجھ سے شکوہ ہے ایک بندے کا
ان کو انسان کیوں بنایا تھا
کوئی کیڑا بنا دیا ہوتا(۷)

حارث خلیق کی شاعری میں شہر ایک استعارے کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس شہر کے کئی روپ ہیں جو شہر بیتی کے طور پر بیان ہوتے ہیں۔ ان کے پہلے شاعری کے مجموعے "آج جب بارش ہوئی" کا آغاز ہی شہر سے ہوتا ہے۔ شہر کی گھمبیرتا، اس کی توسیع، کچی آبادیوں، مزاروں، درختوں اور گلیوں کو کردار بنا کر نظموں کی صورت میں ڈھال دیا ہے۔ یوں ایک شہر کے کئی چہرے دکھائے ہیں اور ان چہروں میں خوشی، اداسی، مایوسی، دکھ درد اور اجنبیت کو اس انداز

میں پینٹ کیا کہ کمال کر دیا ہے۔فکرِ معاش میں بھاگتے دوڑتے دو وقت کی روٹی کو ترستے افراد دکھائے ہیں حارث خلیق کی نظموں میں موجود شہروں کے تذکرے میں وہ شہر سانس لیتے محسوس ہوتے ہیں۔یہ شہر دراصل حارث خلیق کے اندر آباد ہیں،"دمشق ۶۸۰ء"میں لکھتے ہیں:

؎ غرور فتح مبین ہے دمشق میں سرشام
وہ دف کی تھاپ کہ لرزاں ہے چرخ نیلی فام(۸)

؎ہم کہاں وہ کہاں اور مظفر نگر بے خبر
آئینے سے پرے آئینہ اور ہے --------
یوں مظفر نگر کو گلستان کیا
سب زمانے کو حیران کیا
سندھ نے بازوؤں میں سمیٹا اُسے
ہاں مگر حیدر آباد میں(۹)

ڈل جھیل پہ بچھ گئی اداسی
کوچے ہیں سری نگر کے ویراں
یہ دکھ جو اودھ سے سند ھ تک ہے
اس دکھ کا کہاں ہے کوئی درماں(۱۰)

نظم "دلّی2020ء" کے آخری شعر میں اس طرح ہم کلام ہیں:

؎ یہ دلی ہے یہاں دستار اب کیا کوئی تھامے
جو اہلِ درد تھے غدّار کہلائے گئے ہیں (۱۱)

"وزیرستان کا لڑکا اسلام آباد میں" اس نظم میں شہر کی حالت زار ایک ہی شعر میں بڑی جامعیت کے ساتھ بیان ہو گئی ہے۔

میرے وانا میں جو تباہی ہے
آپ کے شہر میں نہ ہو صاحب(۱۲)

"ارض ملتان" کے عنوان سے کیا شاندار نظم لکھی ہے جس میں ملتان کے درباروں اور گلی کوچوں میں چلتی پھرتی زندگی نہایت خوبصورت انداز میں بیان ہو گئی ہے۔

؎ گرد روہی کی اڈتی ہے مرے سینے میں
گرد بیٹھے تو میں شاہ شمس سے مل آتا ہوں

اپنی آنکھوں میں جما رکھے ہیں تاریخ کے رنگ
رکن عالم سے قلعہ کہنہ نکل جاتا ہوں
بند گلیوں میں بھٹکنا مجھے راس آیا ہے
دل کو ملتان کے بازار میں گم پاتا ہوں (۱۳)

نظم ''ٹنڈو محمد خان''، ''اے کراچی شہر''، ''المیہ''، ''سادہ سا سوال''، ''گم شدہ''، ''امر تسر آگیا ہے''، ''فلسطین''، ''کوئٹہ''، ''لاہور کی ایک رات''، ''شہر جمال کا خواب''، ''شہر کمال کی حقیقت''، ''سندھی ہوٹل''، ''لالوکھیت''، ''کراچی، میرا شہر۔۔۔۔''، ''بلوچستان 2011ء''، ''شہر نگار من'' اور ''ہمالہ'' میں شہر اور شہروں سے جڑے ان محسوسات کو قلمی لبادہ اوڑھایا ہے کہ قاری ان نظموں کا مطالعہ کرتے ہوئے خود کو ان شہروں کے گلی کوچوں میں چلتا پھرتا محسوس کرتا ہے۔ حارث خلیق کے محسوسات اور قوتِ متخیّلہ کا زاویہ نگاہ اپنے ہم عصر شعراء سے مختلف ہے۔ وہ اس کائنات کی ہر شے کو ایک زندہ جاندار اور وجود رکھنے والی چیز تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی ہر نظم اور ہر شعر میں موجود جذبہ محبت اور ہم دردی فراواں ہے۔

ے ''کاش میں بیر بہوٹی ہوتا
بھادوں میں باہر آجاتا
کوئی بچہ مجھ کو اپنی
نرم ہتھیلی پر رکھ لیتا، باقی بچے مجھ کو دیکھ کر ہنستے
پھونکیں مار کے مجھ کو اڑاتے، خوش ہو جاتے''(۱۴)

حارث خلیق جدید اردو نظم کے فکری اور فنی لحاظ سے نہایت کہنہ مشق شاعر ہیں۔ ان کی نظمیں فنی و فکری اعتبار سے جدیدیت کے عناصر سے ہمکنار ہیں۔ تہذیبی رو سے ان کی نظموں میں انسان، کائنات اور وقت مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ انسان کے غلامانہ طرزِ زندگی اور سوچ سے اختلاف رکھتے ہیں ان کے خیال میں خدا کی مخلوقات میں سے انسان ہی ہے جو اپنی تذلیل پر خون کے آنسو روتا ہے۔ وہ انسان کو چاہے وہ جس بھی معاشرتی طبقے سے تعلق رکھتا ہو اس کی نظر میں انتہائی قابلِ احترام ہے۔ اس لئے حارث خلیق کی نظموں میں انسانی تذلیل کے خلاف ایک واضح احتجاج ملتا ہے۔

ان کی نظموں کے موضوعات میں زمانی نا انصافیاں، قدروں کی ناقدری، تہذیبی اقدار کا فقدان، غلامانہ طرز عمل، غربت وافلاس میں گھرے لوگوں کی یاسیت، بڑے شہروں کے مسائل، اہل ثروت کی مخلوق کے ساتھ ناانصافیاں مظلوم کی آہیں، انسان کا شرفِ انسانیت سے عاری رویہ اپنے وجود کی پہچان، اجنبیت، حقیقت سے انکاری رویّے اور نئی نسل کے ہیجان و مسائل شامل ہیں۔ وہ ان تمام موضوعات کا نوحہ ہی نہیں لکھتے بلکہ حقیقت میں وہ ان تمام مسائل کا ادراک رکھتے ہیں۔ بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی کئی انجمنوں میں کام کر چکے ہیں وہ انسان کے ملکی اور عالمی سطح پر موجود مسائل سے آگاہ ہیں۔

اس لئے وہ اپنی شاعری میں ان تمام مسائل کو بیان کرنے میں تنقید وطنز سے کام لینے کے بجائے نہایت ہی دھیمے لہجے میں بڑے سے بڑے مسئلے کو بیان کر جاتے ہیں کہ ہر باشعور قاری اس طنز کی کاٹ کو بآسانی سمجھ جاتا ہے۔ حارث خلیق نے اپنی زندگی کے ان مشاہدات و تجربات کو نہایت ہی منفرد انداز میں احساسات کے قالب میں شاعری کے انداز میں ڈھالا ہے کہ ان موضوعات کی ساری کجی، تنگی و ترشی ان کے اسلوب کی شرینی میں سمٹ اور زبان و بیان منفرد ہونے کے ساتھ ساتھ نیا اور اچھوتا ہے۔ لسانیاتی حوالے سے حارث خلیق کی نظمیں اپنا الگ ہی صوتیاتی، لفظیاتی، نحویاتی اور معنیاتی آہنگ رکھتی ہیں۔ ان کی شاعری پیکر تراشی اور تمثال کاری کے سارے رموز و اوقاف سے واقف ہے۔ الفاظ کی تکرار کلام میں ترنم اور غنایت پیدا کرتی ہے۔

حارث خلیق کی شاعری میں لفظیات کا جائزہ لیا جائے تو وہ ملکی وغیر ملکی زبانوں کے ساتھ مقامی وعلاقائی زبانوں کے الفاظ بھی بڑے ماہرانہ انداز میں مصرعے کے اندر جوڑ دیتے ہیں کہ وہ لفظ اجنبی محسوس نہیں ہوتا۔ ان نادر کلمات وتراکیب کی وجہ سے ان کے شعری آہنگ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ زمانے کے دوہرے معیار کو طنز کی کاٹ اور انصاف کے دوہرے معیاروں کو بڑے ماہرانہ نحویانہ انداز میں بیان کیا ہے کہ کلام کی خوبصورتی میں بے انتہا اضافہ ہو گیا ہے۔ نظم "غلام اعظم مسلّی" میں لکھتے ہیں:

"بوائی اور کٹائی، ٹرالیوں پر مال لدواتا، چرس کے کش لگا کر، نصف شب پانی
لگاتا صبح دم اٹھتا چلم بھرتا، ملک صاحب کا پنڈا اوران کا سر دباتا"(۱۵)

حارث خلیق کی شاعری میں عام آدمی اپنی زندگی کی روزمرہ کی مصروفیات ومحسوسات وجذبات کے ساتھ اس قدر بیان ہوا ہے کہ یہ عام وار زاں آدمی اتنا خاص ہو گیا ہے فصل کی کٹائی وبوائی کے ساتھ ملکوں کے ہر جائز وناجائز دھندوں میں ہاتھ بٹاتا اتنا مصروف ہے اپنے احساسات وجذبات سے عاری، کولہوں میں جتے بیل کی مانند چکر پہ چکر لگائے جا رہا ہے اور حارث خلیق اپنی نظموں میں موجود ان تمام کرداروں کا نفسیاتی تجزیہ بھی ساتھ ساتھ پیش کرتے جاتے ہیں۔ نفسیات کا تعلق براہ راست انسان اور انسان کے ذہن سے ہے۔ اور حارث خلیق انسانی ذہن کے نبض شناس ہیں۔ وہ انسان کے نہاں خانوں میں چھپے ان جذبات کو اپنی نبض شناس نفسیات کی وجہ سے بھانپ لیتے ہیں اور اشعار میں خوبصورت لفظیات، استعارات وعلامات کی مدد سے بیان کر دیتے ہیں۔ جو ان کی کلام کی بیانیہ صورت حال میں اضافے کا سبب بنتی ہے اور اسلوب کی یہی انفرادیت انہیں اپنے عہد کا منفرد شاعر بناتی ہے جو زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کسی حاذق حکیم کی طرح مرض کی نشاندہی کرتا ہے۔ حارث خلیق بھی اپنے زمانے کے ساتھ ساتھ آنے والے زمانوں میں موجودہ صورت حال کے پیش نظر آنے والے منظرنامے کا بیان کرتا نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حارث خلیق "حیراں سر بازار" مکتبہ دانیال پاکستان پبلشرز کراچی، 2021ء، ص 41
۲۔ حارث خلیق، "حیراں سر بازار"، ص 94
۳۔ حارث خلیق "میلے میں" مکتبہ دانیال پاکستان پبلشرز کراچی 2012ء، ص 47
۴۔ حارث خلیق، "میلے میں"، ص 48
۵۔ محمد یسین آفاقی، "جدید اردو نظم میں ہیت کے تجربے"، مجلس ترقی ادب، لاہور، 2019ء، ص 497
۶۔ حارث خلیق "حیراں سر بازار"، مکتبہ دانیال کراچی، 2012ء، ص 37-39
۷۔ حارث خلیق، "عشق کی تقویم میں" انتخاب: نعمان الحق، ڈاکٹر، مکتبہ دانیال، کراچی 2006ء، ص 127
۸۔ حارث خلیق، "عشق کی تقویم میں"، ص 101
۹۔ حارث خلیق، "عشق کی تقویم میں"، ص 111
۱۰۔ حارث خلیق، "عشق کی تقویم میں"، ص 113
۱۱۔ حارث خلیق، "عشق کی تقویم میں"، ص 116
۱۲۔ حارث خلیق، "عشق کی تقویم میں"، ص 120
۱۳۔ حارث خلیق، "عشق کی تقویم میں"، ص 121
۱۴۔ حارث خلیق، "میلے میں"، ص 26
۱۵۔ حارث خلیق، "میلے میں"، ص 51